صدقۂ فطر کے مسائل

جناب ابو شفیق قادری حیدرآباد

حکمت و مصلحت سوسائٹی کے نادار اور غریب افراد بھی اطمینان اور کشادگی کے ساتھ اپنے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے کی ضرورتیں پوری کر سکیں اور خوش حال مسلمانوں کے ساتھ عیدگاہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی کبریائی بیان کرنے و نیز اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے حاضر ہو سکیں۔ تاہم عیدگاہ کا اجتماع بھی عظیم الشان ہو اور راستوں میں مسلمانوں کی کثرت سے بھی اسلام کی شان و شوکت کا اظہار ہو سکے اور طبقاتی احساس جاتا رہے۔ امیر و غریب شانہ بہ شانہ کھڑے ہو کر اسلامی اجتماعیت کا اظہار کر سکیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"عید کا دن خوشی کا دن ہے اور اس دن اسلام کی شان و شوکت کا اظہار مسلمانوں کی کثرت اور عظیم اجتماعیت کے ذریعہ کیا جاتا ہے اور صدقۂ فطر سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ صدقۂ فطر روزے کی تکمیل کا بھی سبب ہے"۔

محسنِ انسانیت سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اَغْنُوْهُمْ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ — آج کے دن ان کو بے نیاز کر دو۔

(نیل الاوطار، بحوالہ بیہقی و دارقطنی)

فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَکَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً

الصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَ طُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر فرض قرار دیا۔ تاکہ یہ روزہ دار کے لیے پاکیزگی کا باعث بنے اور مسکینوں کے لیے غذا"۔

صدقۂ فطر کا حکم صدقۂ فطر ہر ایسے خوش حال مسلمان مرد اور عورت بالغ اور نابالغ پر واجب ہے جس کے پاس اس کی اصل ضرورتوں سے زیادہ قیمت کا مال ہو۔ اہلِ حدیث کے نزدیک صدقۂ فطر زکوٰۃ کی طرح فرض ہے۔ اور ہر امیر و غریب مرد عورت بالغ نابالغ آزاد غلام پہ فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گلی کوچوں میں اپنا آدمی بھیج کر۔۔۔۔۔۔ یہ اعلان کرایا تھا۔

"آگاہ رہو! صدقۂ فطر ہر مسلمان مرد عورت آزاد غلام بالغ نابالغ پر واجب ہے"۔ (ترمذی)

فطرہ کے سلسلہ میں جو احکام کتبِ احادیث میں درج ہیں ان میں اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا استعمال بھی ہوا ہے، اس سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے۔

فطرہ دینے کی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ بچہ یا بچی جو ماں کے پیٹ میں ہو، اس کی طرف سے بھی فطرہ ادا کیا جانا چاہیے، البتہ حمل ایک سو بیس دن کا ہونا ضروری ہے (ابن حزم) حضرت عثمانؓ نے بھی حاملہ عورت کی طرف سے دو فطرے ادا کئے تھے۔

فطرہ کا وجوب افراد سے ہے۔ زکوٰۃ کا وجوب مال سے ہے۔ اس لیے زکوٰۃ کی طرح اس کا نصاب نہیں ہو سکتا۔ فطرہ ہر فرد پر واجب ہے جس کے پاس ایک وقت کے کھانے سے بڑھ کر مال موجود ہو۔ کیوں کہ فطرہ سے مقصود عید کے دن فقراء کو بے نیاز کرنا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى - اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ جُهْدُ الْمُقِلِّ -

"بہترین صدقہ وہ ہے جو حالتِ غنیٰ میں کیا جائے۔ افضل صدقہ وہ ہے جو مفلوک الحال شخص محنت مزدوری کر کے دے۔

نیز نسائی میں ابن خزیمہ اور ابن حبان کی یہ حدیث بھی آئی ہے جس میں ارشادِ نبویؐ ہے:

"ایک درہم ایک ہزار درہم پر سبقت لے جاتا ہے ..... وہ شخص جس کے پاس صرف دو درہم ہیں اور ان میں سے اس نے ایک درہم صدقہ کیا تو اس نے درحقیقت نصف مال صدقہ کیا"۔

چنانچہ سورۂ آل عمران آیت ۱۳۴ میں اللہ تعالیٰ نے منفقین کی یہ صفت بیان کی ہے کہ:

"وہ خوش حالی اور تنگ دستی (دونوں حالتوں میں) خرچ کرتے ہیں"۔

اسی بنا پر ایک مسلمان اگرچہ کہ وہ مالی اعتبار سے محتاج ہے مگر دینے کی لذت سے آشنا ہوگا۔ یوں تو لینے کا مزہ سب لوٹتے ہیں۔ دینے کا لطف تو اہلِ ایمان کا ہی حق ہے۔ فطرہ کے ذریعے سال میں ایک ہی دن سہی یہی مقصود ہوتا ہے۔ صدقۂ فطر کے لیے نصاب اس لیے ضروری نہیں ہے کہ یہ ایک بدنی صدقہ ہے جب کہ زکوٰۃ مالی صدقہ ہے۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۵۸)

صدقۂ فطر کی مقدار

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا فطرہ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو مقرر فرمایا ہے"۔ اس حدیث کو محدثین کی جماعت نے نقل کیا ہے۔ اور ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں: "ہم صدقۂ فطر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک صاع غلہ یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع پنیر نکالتے تھے۔ ہم اس پر برابر عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہؓ مدینہ تشریف لائے اور فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ شام کا دو مُد گیہوں

(نصف صاع) ایک صاع کھجور کے برابر ہوتا ہے۔ اس کے بعد لوگ (صحابہؓ) ان کی رائے پر عمل کرنے لگے"۔ اسے محدثین کے ایک گروہ نے نقل کیا ہے۔ اور بخاری کے سوا دوسری روایتوں میں مزید یہ الفاظ ہیں ابوسعیدؓ نے فرمایا: "میں اسی طرح صدقہ فطر نکالتا ہوں جس طرح پہلے نکالا کرتا تھا"۔

یہ دونوں احادیث نیز دیگر احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صدقہ فطر میں واجب مقدار ہر فرد کی طرف سے ایک صاع ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ صاع کی مقدار اس لیے مقرر کی گئی ہے کہ اس سے ایک گھر کے لوگوں کی شکم سیری ہوسکتی ہے۔ اور اتنی مقدار میں خرچ کرنا انسان کے لیے بالعموم تکلیف دہ نہیں ہوا کرتا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۵۰۹)۔

گیہوں اور کشمش کے ماسوا دیگر چیزوں میں صاع کی مقدار بالاجماع واجب ہے اور ان دو چیزوں میں بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک واجب ہے۔ اور یہی قول حضرت ابوسعید خدریؓ، ابوالعالیہؒ، ابوالشعثاء، حسن بصریؒ، جابر بن زیدؒ، اسحاقؒ، ہادیؒ، قاسم مؤید باللہؒ اور ناصر کا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۸۳۔ المغنی ج ۳، ص ۵۷)

البتہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب گیہوں نصف صاع دینے کے قائل ہیں۔ اللہ کے رسول کے صحابیوںؓ میں سے کثیر تعداد نصف صاع گیہوں کی قائل رہی ہے۔ مگر جمہور کی حدیث حضرت ابوسعیدؓ کی روایت کے حق میں ہے جو ہر شے کے ایک صاع کی قائل ہے۔ اس دلیل کے دو پہلو ہیں۔

اوّل یہ کہ اہل حجاز کے عرفِ عام میں طعام خاص طور سے گیہوں کو کہا جاتا تھا۔ بالخصوص جب کہ دیگر بیان کردہ چیزیں اس پر قرینہ ہیں۔

دوم یہ کہ حدیث میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ مختلف قیمت کی اشیاء ہیں لیکن ہر ایک میں سے ایک صاع دینا مقرر کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اعتبار صاع کا ہے قیمت کا نہیں۔ (شرح النووی ج ۷ ص ۶۰)

گیہوں کے نصف صاع کے حق میں بھی روایات موجود ہیں۔ ترمذی ابوداؤد اور نسائی

میں درج ہیں۔ ان ساری روایات کو پیشِ نظر رکھیں اور ان روایات پر بھی دھیان مرکوز رہے جن میں گیہوں ایک صاع دینے کی ہدایت موجود ہے اور غور کریں اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدنی زندگی کے اس وقت کے حالات کا اندازہ لگائیں تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس زمانے میں گیہوں کی قلت تھی۔ اور قلت کے باوجود بھی اہلِ عرب کی مرغوب خوراک (غذا) انہیں دینا چاہتے ہو تو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نصف صاع گیہوں کی ہدایت فرمائی جب کہ دیگر اشیاء کے تعلق سے صاف و صریح روایت ملتی ہے کہ ان میں سے جو بھی شئے دینی ہو ایک ایک صاع ہی دی جائے۔ چنانچہ صحابہؓ کے دور میں گیہوں کی فراوانی ہوئی تو بھی نصف صاع دیا جانے لگا، جس سے حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اتفاق نہیں کیا۔ اس لیے اس مسئلہ پر اجماع نہیں ہے (فتح الباری ج ۳ ص ۳۷۴)۔ پھر جب حضرت علیؓ تشریف لائے اور آپ نے دیکھا کہ دام گر گئے ہیں تو فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لیے کشادگی پیدا کی ہے لہٰذا بہتر ہوگا کہ کوئی چیز بھی ایک صاع دو۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

اِن ساری مختلف روایات کے مطالعہ کے بعد دوسرا پہلو اجتہادی رہ جاتا ہے فتح الباری جلد ۳ ص ۳۷۴ میں جس طرح درج ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گندم کے ماسوا دوسری چیزیں قیمت میں مساوی ہیں۔ اور گندم اس وقت قیمت کے اعتبار سے گراں تھا۔ اور قلت بھی تھی۔ چنانچہ اسی اجتہادی اصول کی بنا پر ہر زمانے اور ہر ملک اور ہر دور کے مسلمانوں کو روشنی حاصل کرنا چاہیے۔

یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ جن کی خوراک گیہوں نہیں ہے وہ بھی گیہوں کا نصف صاع ہی دیتے ہیں۔ گیہوں جن کی خوراک ہے وہ بھی نصف صاع ہی دیتے ہیں جب کہ دورِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آج کے دور میں گندم کی قیمت میں نمایاں تبدیلی آچکی ہے۔ کیا آج کا گندم آج کے کشمش، منقی، پنیر، کھجور اور جَو کے دام سے دوگنے دام کا ہے۔ اب تو تقابل بھی ناممکن ہو چکا ہے۔ گندم اہلِ عرب کی مرغوب غذا تھی۔ مگر گراں تھی اور قلیل تھی۔ اس لیے آدھا صاع دینے کی ہدایت دی گئی تھی۔ یہ بات

سمجھ میں آسکتی ہے ورنہ اگر کوئی اور مصلحت ہو تو اہلِ علم رہنمائی فرمائیں۔ ورنہ تمام روایات کے مطالعہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ فقہ کے اجتہادی رہنمائی پر نظر رکھی جائے تو یہی بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ: ۱۔ ہر مسلمان کو فطرہ میں وہی شئے دینا چاہیے جو اس کے کھانے میں کثرت سے استعمال ہوتی ہو۔ جیسے جنوبی ہند میں چاول، شمالی ہند میں گندم۔ ۲۔ جس معیار کا کھایا جاتا ہے اسی معیار کے اناج سے ہی حساب لگانا ضروری ہے۔ حضرت علامہ یوسف القرضاوی نے بھی اپنی کتاب فقہ الزکوٰۃ ص ۸۷۵، ۸۷۹ پر یہی درج فرمایا ہے۔ صفحہ ۸۱۵ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ خود اعلیٰ معیار کا اناج استعمال کریں اور صدقہ کے طور پر کم معیاری اناج دیں، یہ عمل اللہ تبارک وتعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ (آل عمران-۹۲)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے قیمت دینے کو افضل قرار دیا ہے۔ امام موصوف کا اجتہاد بہت ہی مناسب اور زیادہ قابلِ ترجیح معلوم ہوتا ہے۔ اگر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو پیشِ نظر رکھیں جس میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: اَغْنُوْهُمْ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ۔ ورنہ مستحق لوگ ہر طرف سے صدقۂ فطر میں اگر اناج ہی حاصل کرلیں تو لامحالہ دوسری ضروریات کے بغیر تکمیل کے وہ عیدگاہ میں دیگر مسلمانوں کے شانہ بشانہ شریکِ عید نہیں ہوسکتے۔ ورنہ لامحالہ فطرہ میں حاصل کیا ہوا اناج بیچ کر انہیں ضروریات کے لیے رقم فراہم کرنا ہوگا۔ جس سے خریدار ان مستحقین کا استحصال کرتے رہتے ہیں۔ یہ پہلو اگر پیشِ نظر رہے تو امام موصوف کی اجتہادی رہنمائی پر اطمینان نصیب ہوسکتا ہے۔ اور اتفاق کیا جاسکتا ہے۔ دورِ نبویؐ کے حالات پر نظر ڈالیں تو صاف طور پر پتہ چلے گا کہ اس وقت کی معیشت میں مال کے بدلے مال ہی لیا اور دیا جاتا تھا۔ سکوں کا رواج موجود رہنے کے باوجود بہت کم تھا۔ آج جب کہ ہر چیز کی قیمت سکوں میں طے ہوتی ہے اور نقد دینا زیادہ سنتِ نبویؐ بھی ہے تو اسی کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ قیمت محتاج کی ضرورت کو پورا کرنے میں زیادہ ممد ومعاون ثابت ہوتی ہے۔

صاع ایک پیمانہ تھا جس میں سم مدہوا | **صاع کے پیمانے کا موجودہ وزن میں منتقلی**

کرتے تھے۔ صاع دو طرح کا تھا۔ ایک حجازی دوسرا عراقی۔ حجازی صاع کا وزن ۵⅓ رطل ہوا کرتا تھا۔ جو ۲۳۴ تولہ کا ہوتا تھا۔ عراقی صاع ۸ رطل کا ہوا کرتا تھا۔ جو ۴ سیر کے برابر ہوتا ہے۔ اس طرح ۳۲۰ تولہ ہوا کرتا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور کوفہ کے دوسرے فقہا عراقی صاع کے قائل ہیں۔ اس کی بنیاد حضرت انسؓ کی اس روایت پر ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رطل پانی سے وضو کرتے تھے اور ۸ رطل یعنی ایک صاع پانی سے غسل کرتے تھے۔ (دارقطنی) نیز ان کا استدلال حضرت عائشہ کی اس حدیث سے بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ آٹھ (۸) رطلوں کے ایک صاع پانی سے غسل کیا جائے۔ (دارقطنی) نیز حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع ۸ رطل کا تھا (حضرت ابوعبیدؒ) چنانچہ عراقی صاع جو آٹھ رطل یا چار سیر یا ۳۲۰ تولہ یا موجودہ ۳ء۲۱ کیلو (یعنی تین کیلو سات سو اکیس گرام) کا ہوتا ہے اُسی کو اختیار کیا جاتا ہے۔

(احتیاط کے نقطہ نظر سے ہم آندھرا پردیش کے باشندوں کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی روزمرہ کے استعمال کے چاول کی قیمت ۳ء۲۱ کیلو فی کس کے حساب سے نکالیں اور بطور صدقہ فطر مستحقین تک پہنچ کر ان کے حوالے کریں۔ دروازہ سے پر آنے والے پیشہ ور فقیروں سے صدقہ فطر کو بچانا ضروری ہے۔ دوسرے صدقات کے لیے بھی بہتر یہی ہے کہ مستحقین کو تلاش کر کے پہنچا دیں۔ یا محلہ کی سطح پر اجتماعی نظم بنالیں اور اس کے ذریعے وصولی اور تقسیم کا نظم جاری کر دیں۔ ورنہ شہر میں فطرہ جمع کرنے اور تقسیم کا کام انجام دینے والی تنظیم کے حوالے کر دیں۔ فطرہ اپنے قرابت داروں کو بھی دیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ مستحق ہوں۔